روانڈا اور صومالیہ کی طرح بہت سے افریقی ملکوں میں افریقی یونین کی فوجوں نے، امن قائم کرنے کے بجائے تنازعات کے دائرے کو وسیع کیا ہے۔ واحد تحفظ جو میں اس معاملے میں اقوام متحدہ کی فوجوں کی تعیناتی کے حوالے سے رکھتا ہوں، وہ اس کی ترتیب سے متعلق ہے۔ فوجی دستوں کا انتخاب لازماً ان ملکوں سے کیا جانا چاہیے جو سوڈان میں کوئی استعماری مفادات نہیں رکھتے۔

صدر بشیر سے اپنے تعلقات اور دارفور کے معاملے میں انہیں تجاویز دینے سے متعلق سوال پر ڈاکٹر ترابی نے بتایا کہ بالواسطہ وہ صدر کو مشورہ دے چکے ہیں کہ ''دارفور میں سڑکیں، ڈیم اور کنویں بنانے کے لیے تھوڑی سی سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ بہت تھوڑی اور اس سے بہت کم جو اقوام متحدہ اور افریقی یونین کی دوغلی فوجوں کا سالانہ بجٹ ہے۔ دارفوری انتھک کام کرنے والے لوگ ہیں، وہ حکومت کی مدد کریں گے۔ دارالحکومت سے ملنے والے ہر تعاون کا وہ خیر مقدم کریں گے۔'' ڈاکٹر ترابی نے دوٹوک الفاظ اس مغربی پروپیگنڈے کی تردید کی کہ دارفور کی صورت حال عرب اور غیر عرب شہریوں میں پائی جانے والی نسلی کشیدگی کا نتیجہ ہے۔ اس کے برعکس اس کا سبب محض وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔'' انہوں نے جمہوری انداز میں مسائل کے حل کے لیے ملک میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات اور نمائندہ حکومت کے قیام کی ضرورت کا اظہار کیا۔ انٹرویو کے اختتام پر جب ان سے بعض دینی مسائل پر ان کی منفرد یا جمہور علماء سے مختلف آراء کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے تسلیم کیا کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ عورتیں نماز باجماعت کی امامت کرسکتی ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون سے اپنے محلے میں نماز باجماعت کی امامت کرنے کو کہا اور یہ نہیں کہا کہ اس بستی میں رہنے والے جو لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے وہ مرد ہوں گے یا عورتیں۔ بعض ملاؤں نے میرے خیالات کو پہلے مسترد کیا لیکن جب میں نے اپنا نقطہ نظر ثابت کر دیا تو وہ بھی مجھ سے متفق ہو گئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں مسلمان مردوں اور عورتوں دونوں کی امامت کی۔ اسلام مردوں کو غیر مسلم عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے اور مسلمان عورتوں کی غیر مسلم مردوں سے شادی کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ ہمیں ان معاملات کو کیس بائی کیس دیکھنا چاہیے اور خواتین کے فیصلوں پر اعتماد کرنا چاہیے۔ میرے فرنٹ میں خواتین، مردوں کے برابر حقوق رکھتی ہیں۔ میں عملاً ان کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ وہ بہت سے امور میں مردوں سے زیادہ ذہین اور محنتی

ہیں[1]۔''

سوڈان کی صورت حال۔صادق المہدی کا تجزیہ

امہ پارٹی کے سربراہ صادق المہدی سوڈان کے اہم ترین سیاسی لیڈروں میں سے ہیں۔ وہ ۱۹۳۲ء میں سوڈان کے ایک کسان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ دوبار سوڈان کے وزیراعظم رہ چکے ہیں۔ سوڈان ٹریبون میں ۱۵ اگست ۲۰۰۷ء کو ایک مفصل انٹرویو میں انہوں نے اپنے ملک کی صورت حال کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی اظہار خیال کیا ہے۔ ڈاکٹر حسن ترابی ان کے برادر نسبتی ہیں جبکہ سوڈان کے موجودہ سربراہ جنرل عمر حسن البشیر ۱۹۸۹ء میں ڈاکٹر حسن الترابی کی حمایت کے ساتھ صادق المہدی کی حکومت کا تختہ الٹ کر برسراقتدار آئے تھے۔ سوڈان کی پیچیدہ صورت حال کو سمجھنے کے لیے ڈاکٹر حسن ترابی کی طرح صادق المہدی کے خیالات کا جاننا بھی ناگزیر ہے۔ لہٰذا ان کے انٹرویو کا خلاصہ بھی ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

سوڈان کی سیاسی صورت حال کو نہایت افسوسناک قرار دیتے ہوئے صادق المہدی نے کہا کہ'' ۲۰۰۵ء اور ۲۰۰۶ء میں یہاں تین امن معاہدے ہوئے مگر ان میں سے کوئی بھی درست طور پر کام نہیں کر رہا ہے۔ خیال تھا کہ نائیواشا سمجھوتے (Naivasha agreement)[2] کے ذریعے سوڈان کو چار اہم کامیابیاں، جامع امن، اتفاق رائے کی حکومت، ملکی اتحاد کے سب کے لیے باعث کشش ہونے، اور جمہوریت کی تشکیل اور ترویج کی شکل میں حاصل ہوں گی۔ لیکن یہ مقاصد حاصل نہیں ہو رہے ہیں، بلکہ آثار کسی اور جانب اشارہ کر رہے ہیں۔ خاص طور پر دارفور میں صورت حال واقعتاً بہت خراب ہے...عمومی طور پر سوڈان کے معاملات بہت ابتر ہیں۔ مختلف مسلح گروہوں کے ہاتھوں ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے جبکہ اس کے تمام اندرونی معاملات بنیادی طور پر ملک سے باہر زیر بحث ہونے کی وجہ سے یہاں بین الاقوامی مداخلت کے راستے کھل چکے ہیں۔''

۱۔ بحوالہ: http://archive.gulfnews.com/articles/07/07/24/10141324.html

۲۔ واضح رہے کہ جامع امن معاہدہ ۲۰۰۵ء ہی نائیواشا سمجھوتہ بھی کہلاتا ہے کیونکہ یہ کینیا کے شہر نائیواشا میں طے پایا تھا۔

اس ابتری کے اسباب کے حوالے سے اپنا موقف واضح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ''بنیادی بات، جس نے سوڈان کو زوال کی راہ پر ڈالا، یہ ہے کہ ایک اقلیتی جماعت کی جانب سے برپا کیے گئے انقلاب کے ذریعے ایک ایسے ملک میں جانبدارانہ اور یکطرفہ اسلامی پروگرام نافذ کرنے کی کوشش کی گئی جو تنوع سے بھرپور ہے، جہاں کئی مذاہب اور کئی ثقافتیں ہیں، مختلف علاقائی قوتیں اور مختلف سیاسی رجحانات ہیں۔ ایسے ملک پر ایک یکطرفہ اسلامی پروگرام مسلط کرنے کی کوشش، سوڈان کے اندر اور سوڈان اور اس کے پڑوسیوں اور بین الاقوامی برادری کے درمیان ہونے والی گروہ بندیوں کی بنیادی وجہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ چیز ہے جس نے معاملات کو غلط رخ پر ڈال دیا ہے۔'' دارفور کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ ''نیشنل کانگریس پارٹی نے دارفور میں سماجی و سیاسی نقشے کو اس طرح بدلنے کی کوشش کی کہ چار نئے مسائل پیدا ہو گئے۔ اولاً نسلی گروہوں کی بنیاد پر سیاست، ثانیاً مرکزی حکومت کے خلاف شورش، ثالثاً عظیم انسانی المیہ اور رابعاً دارفور کے مسئلے کا بین الاقوامی رنگ اختیار کر لینا۔ اس طرح دارفور اب چار نئے مسائل سے دوچار ہے۔ ان مسائل کو جنم دینے کی ذمہ دار نیشنل کانگریس پارٹی ہے۔ اور اب وہ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے تعلقات عامہ کو استعمال کر رہے ہیں اور سطحی اقدامات عمل میں لا رہے ہیں جبکہ اس کے لیے بالکل مختلف انداز اختیار کیا جانا ضروری ہے۔'' تاہم اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے جمہوری ادوار حکومت کی غلطیوں کو بھی تسلیم کیا اور کہا کہ محض ووٹنگ کا نام جمہوریت نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ترقی کے عمل میں تمام علاقوں اور آبادی کے تمام طبقات کے ساتھ انصاف اور مساوات کا ملحوظ رکھا جانا بھی لازمی ہے۔

حکمران نیشنل کانگریس پارٹی کے بارے میں ان کا تبصرہ یہ تھا کہ ''یہ کوئی سیاسی جماعت نہیں بلکہ چند لوگوں کا ایک گروپ ہے جو کچھ عہدوں اور مالی مفادات کی وجہ سے جڑے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس کوئی نظریہ نہیں ہے اور ان کی تمام مقدس نظریاتی گائیں ذبح ہو چکی ہیں۔ وہ کسی قسم کی کسی کامیابی کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ جہاں تک تیل کی پیداوار کا معاملہ ہے، تو انہوں نے تیل کی آمدنی کو عوام کی بھلائی کے لیے ذرا بھی استعمال نہیں کیا، انہوں نے ان وسائل کو انتظامی اور سیکوریٹی اداروں اور فوج کو، ظلم اور جبر کے ہتھیاروں کی حیثیت سے، زیادہ طاقتور بنانے کے لیے استعمال کیا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ این سی پی

ناکام ہوچکی ہے۔''

سوڈان کے لیے اپنے موقف کے مطابق نجات کے راستے کی نشان دہی کرتے ہوئے صادق المہدی نے کہا کہ ''یہ کام جامع امن سمجھوتے (Comprehensive Peace Agreement) پر نظر ثانی کے ذریعے ہوسکتا ہے۔ بلاشبہ جنوب اس سمجھوتے کے تحت بہت کچھ حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے، مگر اسے ایسے سمجھوتے کے تحت جواز حاصل کرنا چاہیے جو صرف دو جماعتوں کے درمیان نہ ہو۔ آپ نے دیکھا کہ ہم نے ۱۹۹۵ء میں (اپوزیشن کے نیشنل ڈیموکریٹک الائنس کے ارکان کے درمیان طے پانے والے) اعلان اسمارا میں کہا تھا کہ ایک قومی جمہوری ریاست کی تعمیر کے لیے سوڈان اپنی پوری پالیسی پر نظر ثانی کا ضرورت مند ہے۔ ہم نے طے کیا تھا کہ اقتدار میں منصفانہ شرکت ہونی چاہیے، تمام مذہبی اور ثقافتی گروپوں کو تسلیم کیا جانا چاہیے اور ایک سویلین ریاست تشکیل دی جانی چاہیے تاکہ یہاں مساوات ہو، جبکہ خارجہ پالیسی میں عرب دنیا کی جانب جھکاؤ کو درست کیا جانا چاہیے تاکہ ہم افرو۔عرب بن سکیں۔ یہ تمام اصول ایک جدید قومی ریاست کی تعمیر کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے جامع امن سمجھوتہ صرف دو جماعتوں کو مطمئن کرتا ہے اور باقی تمام سیاسی جماعتوں کو فراموش کر دیتا ہے۔ یہ سمجھوتہ دوسرے معاہدوں کے راستے میں رکاوٹ بن گیا ہے۔ ہمیں اب جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ پوری صورت حال پر نظر ثانی کی جائے، اور جیسا کہ میں نے کہا، جنوب کو فوائد سے محروم کیے بغیر ان فوائد کو قومی اتفاق رائے سے وابستہ کر دیا جائے۔ ہمیں ایک ایسے سمجھوتے کی ضرورت ہے جو ملک کے تمام حصوں کو عام انتخابات کے ذریعے وجود میں آنے والی جمہوری تشکیل کی جائز بنیاد پر فائدے پہنچائے۔''

تاہم امہ پارٹی کے قائد کے بقول جامع امن سمجھوتہ ایک بڑی غلطی کے سبب علیحدگی کے رجحان کی حوصلہ افزائی کا سبب بن سکتا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ ''جب آپ کہتے ہیں کہ جنوبی سوڈان کے تیل سے جنوب کو پچاس فی صد ملے گا، تو یہ بات کہنے کا بہت برا طریقہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنوب کے لوگ کہیں کہ ''ہم اپنا پورا تیل لینے کے لیے الگ ہوجائیں گے۔'' سمجھوتے میں یہ ایک بڑی غلطی ہے۔

۱۔ بحوالہ:

http://www.sudantribune.com/IMG/pdf/Eastern_Sudan_Peace_Agreement.pdf